عہدِ نبوی کے غزوات و سرایا

اور

اُن کے مآخذ پر ایک نظر

(۱۸)

(سعید احمد اکبرآبادی)

مقتولین کی تعداد اور اس پر بحث مقتولین کی اصل تعداد کیا تھی؟ اس بارہ میں سخت اختلاف ہے، حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں: ابنِ اسحاق کے نزدیک یہ لوگ چھ سو تھے، ابو عمر نے سعد بن معاذ کے ترجمہ میں اس کو ہی صحیح قرار دیا ہے، لیکن قتادہ کی ایک مرسل روایت کی روشنی میں ابن عائذ کے نزدیک یہ سات سو تھے، سہیلی نے کہا ہے کہ تعداد آٹھ سَو اور نو سَو کے درمیان تھی، اس کے برخلاف جابر کی روایت میں جو ترمذی، نسائی اور ابن حبان کے ہاں صحیح اسناد سے منقول ہے، چار سو فوجیوں کی تعداد بیان کی گئی ہے۔" اس کے بعد حافظ ابن حجر ان مختلف روایات میں تطبیق اس طرح کرتے ہیں کہ ممکن ہے چار سو اصل فوجی اور جنگجو ہوں اور باقی لوگ ان کے اتباع یعنی پیرو کار ہوں"، پھر لکھتے ہیں: "ابنِ اسحاق سے یہ بھی مروی ہے کہ بعض لوگوں نے یہ تعداد نو سو بھی بتائی ہے۔"[۱] علامہ بدرالدین عینی نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بعینہ یہی ہے[۲]، اس کا حاصل ہوا۔

---

[۱] فتح الباری ج ۷ ص ۳۱۹　　[۲] عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۵۷

کہ مقتولین کی تعداد زیادہ سے زیادہ نو سو تھی اور کم سے کم چار سو، مولانا شبلی نے چار سو کی روایت کو ترجیح دی ہے لیکن اس سلسلہ میں چند باتیں غور طلب ہیں

۱۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تعداد میں اس قدر شدید اختلاف کہ ایک طرف چار سو اور دوسری جانب نو سو خود اس بات کا قرینہ ہے کہ کوئی تعداد بھی یقینی نہیں ہے، پھر سوال یہ ہے کہ تعداد جو کچھ بھی رہی ہو اُس کا علم کیوں کر ہوا؟ ظاہر ہے اُس وقت رجسٹر رکھنے کا رواج تو تھا نہیں جس میں ناموں کا اندراج ہو، اس بناء پر اس روایت کا دارومدار سننے سنانے پر ہی ہو سکتا ہے، ان بیان کرنے والوں میں کچھ ایسے بھی لوگ ہوں گے جنھوں نے یہ منظر اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا تاہم یہ یقینی ہے کہ جہاں تک تعداد کا تعلق ہے ان کا بیان بھی تخمینی ہی ہو سکتا ہے، قطعی اور حتمی نہیں، اور اس قسم کے مواقع پر انسانی فطرت کا خاصہ مبالغہ کرنا ہے، چنانچہ ہماری عربی اور فارسی کی تاریخیں اُٹھا کر دیکھ لیجئے اُن میں جنگ و جدال کے واقعات کے بیان میں کس درجہ مبالغہ پایا جاتا ہے اگر دشمن کی فوج کے سو دو سو آدمی مارے گئے ہیں تو مورخین کے ہاں یہی تعداد ہزار سے کم نہیں رہے گی، البتہ محدثین اس باب میں بھی محتاط ہوتے ہیں، اُن کے ہاں یہ مبالغہ آرائی نہیں پائی جاتی، یہی وجہ ہے کہ جہاں تک صحاح ستہ کا تعلق ہے، جیسا کہ آپ نے ابھی حافظ ابن حجر کے حوالہ سے پڑھا۔ ترمذی اور نسائی کے علاوہ باقی چاروں صحاح تعداد کے معاملہ میں خاموش ہیں حالانکہ چار سو انسانوں کا قتل معمولی بات نہیں سینکڑوں آدمیوں نے اسے دیکھا ہوگا۔ اس کے باوجود اکابر محدثین کا تعداد کے بارہ میں خاموش رہنا خالی از علت نہیں ہو سکتا پھر یہ بات بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ اس واقعہ کی شاہد عدل ہیں چنانچہ عورت کے قتل کی راوی وہی ہیں اور حضرت علی اور حضرت زبیر کا تو اس واقعہ قتل سے براہ راست تعلق ہی تھا۔ لیکن اس کے باوجود ان میں سے کسی نے مقتولین کی تعداد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

(۲) واقعہ کی روایت میں اُس کے بعض اجزا سے متعلق مختلف الفاظ ملتے ہیں اور اُن سے مختلف نتائج برآمد ہوتے ہیں مثلاً ابن اسحاق کی روایت میں حضرت سعد بن معاذ کے الفاظ یہ ہیں:۔

ان تقتل الرجال وتسبی ذراریهم — مردوں کو قتل اور ان کی عورتوں اور بچوں کو باندی غلام بنالیا جائے۔

چنانچہ کم و بیش ارباب سیر اور مورخین یہی کہتے ہیں کہ سعد بن معاذ کے اس فیصلہ کے مطابق بنو قریظہ کے سب بالغ مرد قتل کر دے گئے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو باندی غلام بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

لیکن صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید الخدری سے جو روایت ہے[۱] اس میں سعد بن معاذ کے فیصلہ میں "الرجال" کے بجائے "مقاتلھم" کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں بنو قریظہ کے سپاہی اور جنگجو۔ ان دونوں لفظوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں مدار قتل بلوغ ہوتا ہے اور دوسری صورت میں مدار قتل بلوغ نہیں، بلکہ جنگجوئی اور محاربہ قرار پاتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ صحیح جو بات ہے وہ وہی ہے جو صحیح بخاری سے ثابت ہوتی ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں:

(الف) ایک یہ کہ یہ بخاری کی روایت ہے اور حضرت ابو سعید الخدری ایسے مقدس اور جلیل القدر صحابی سے منقول ہے،

(ب) اور دوسری یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل نفس انتہائی نامرغوب اور ناپسندیدہ فعل تھا اور آپ اس اقدام پر بادل ناخواستہ اسی وقت راضی ہوتے تھے جب آپ کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب اصلاح حال کے لئے اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار ہے ہی نہیں، اس بنا پر آپ کو کوئی ذرا سا بہانہ ملتا تو ایک واجب القتل کو بھی معاف فرما دیتے تھے، حد یہ ہے کہ آپ کے اس طرز عمل کے باعث فقہ میں ایک مستقل اصل ہے کہ

الحدود تندرء بالشبھات — حدود شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں

چنانچہ اسی قتل بنی قریظہ کے سلسلہ میں آپ نے ذرا ذرا سی بات پر متعدد اشخاص کی

---

[۱] ج ۲ باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومخرجہٗ الی بنی قریظہ

جاں بخشی فرمادی (تفصیل کے لئے دیکھئے الل زر ص ۱۹۳) فتح مکہ کے موقع پر آپ نے جس رحمدلی سے دشمنوں سے عفو و درگذر اور مسامحت و مجاملت کا معاملہ اپنے اور اسلام کے سخت ترین دشمنوں کے ساتھ کیا ہے اسلام کا بڑے سے بڑا مخالف بھی اُس کی داد دینے پر مجبور ہو گیا ہے، مولانا شبلی نے نہایت بلیغ انداز میں اس منظر کی تصویر کشی کی ہے، آپ بھی سنیئے فرماتے ہیں :

"خطبہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے، ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب سے پیشرو تھے، وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں وہ بھی تھے جن کے تیغ و سناں نے پیکر قدسی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے جنھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں کو لہو لہان کر دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خونِ نبوّت کسی چیز سے بجھ نہیں سکتی تھی، وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ آکر ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریگ پر لٹا کر اُن کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے،

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا"

تم کو کچھ معلوم ہے! میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں ؟

یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے شقی تھے، بے رحم تھے لیکن مزاج شناس تھے، پکار اُٹھے :-

اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ — تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے!

ارشاد ہوا :-

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ، اذھبوا انتم الطلقاء — تم پر آج کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو

(سیرت النبی ج ۱ ص ۵۲۰)

غزوۂ بدر سے زیادہ سخت دن اور کون سا ہو سکتا تھا، لیکن آپ پڑھ آتے ہیں اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر قریش کے چند خاص آدمیوں کے نام لے کر مسلمانوں کو حکم

دیا کہ اگر ان لوگوں پر قابو چلے تو انھیں قتل نہ کرنا، کیوں کہ یہ لوگ قریش کے ساتھ بادلِ ناخواستہ آئے ہیں، علاوہ ازیں کتبِ حدیث میں کتنے ہی واقعات مذکور ہیں جن میں کسی ایک صحابی یا صحابیوں کی ایک جماعت نے کسی ایک کافر کو خطاءً قتل کر دیا ہے اور جب حضور کو اس کی اطلاع ہوتی ہے تو آپ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور مقتول کا خون بہا دلوایا ہے پس جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کا عالم یہ ہے تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ آپ نے یہاں بلا تفریق و امتیاز سب بالغ مردوں کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا ہو۔

مذکورۂ بالا دو وجہوں کی بنا پر اس میں کوئی کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ تاریخ و سیر کی عام کتابوں نے جو یہ تاثر دیا ہے کہ بنو قریظہ کے تمام بالغ مرد (کل من انبت) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مارے گئے بالکل غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقاتلہ (Combatant) قتل کیے گئے، یعنی مدارِ قتل بلوغ نہیں بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف صف آرا اور جنگجو ہونا تھا۔[۱]

---

[۱] وہ اصولِ درایت جن کی بنیاد پر ایک روایت رد کر دی جاتی ہے اُن میں ایک اصل یہ بھی ہے کہ روایت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کے طرزِ عمل کے خلاف ہو، چنانچہ بخاری (باب شراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنسیۃ) میں حضرت انس کی روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھ کر اُس سے اپنے متعلقین کے لئے جو خریدے، اس کے بعد حضرت انس نے کہا: " محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کبھی ایک صاع (تقریباً تین سیر) گیہوں یا کوئی اور غلہ بیک وقت نہیں ہوا"، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری میں اس روایت پر کلام کرتے ہوئے اس کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ روایت ظاہر حقیقت حال اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہے، اور حضور تو حضور، کسی صحابی کی بھی اگر کسی روایت سے تنقیص نکلتی ہے تو محدثین نے اُس کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، مثالوں کے لئے دیکھئے ماہنامہ معارف اعظم گڈھ بابت جولائی و اگست ۱۹۵۸ء مقالہ مولانا حبیب الرحمن خاں از مولانا عبد السلام قدوائی، غزوۂ احزاب کے سلسلہ میں حضرت حسان بن ثابت سے متعلق ایک روایت ہے جس سے اُن پر بزدلی کا الزام آتا ہے، حافظ ابن عبد البر نے اس روایت کو محض اس بنا پر منکر قرار دے دیا ہے کہ اگر یہ الزام درست ہوتا تو جن شاعروں نے حضرت حسان کی ہجو کی ہے وہ اس کا ذکر کرتے۔

(الدرر ص ۱۸۶)

مقاتلہ کی تعداد | آئیے! اب یہ دیکھیں کہ بنو قریظہ کے مقاتلہ کی تعداد کیا تھی؟ اور وہ سب مارے گئے۔ یا سب نہیں بلکہ اُن کی ایک تعداد ماری گئی۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے بنو قریظہ کے فوجیوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زیادہ بتائی ہے (عہد نبوی کے میدانِ جنگ ص ۷۰) اور یہ بالکل قرین قیاس ہے، کیوں کہ غزوۂ احزاب میں جتنے مسلمان شریک تھے یعنی تین ہزار پیادہ اور چھتیس[۳۶] سوار آپ اُن سب کو لے کر بنو قریظہ کے لئے روانہ ہوئے تھے، ظاہر ہے اگر بنو قریظہ کے فوجیوں کی تعداد کم ہوتی تو حضور کو اتنی بڑی جمعیت ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت تھی، پس اگر واقعی بنو قریظہ کے فوجیوں یعنی مقاتلہ کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زائد تھی اور یقیناً تھی تو حضرت جابر کی روایت کے مطابق چار سو مقاتلہ کے قتل کئے جانے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بالغ مرد تو الگ رہے جو فوجی تھے وہ بھی تقریباً ایک چوتھائی مارے گئے، یہ ہرگز نہیں ہوا کہ اُن سب کا صفایا کر دیا گیا ہو، پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حی بن اخطب قریظہ نہیں بنو نضیر سے تھا۔ اس بنا پر عجب نہیں کہ مقتولین کی فہرست میں اسی طرح کچھ اور قبیلوں کے لوگ ہوں۔

مغربی مصنفین | جب بالغ مردوں کے قتل عام کی روایت مسلمان مورخین کے ہاں ہی چلی ہوئی ہو تو پھر مغربی مصنفین سے کیا شکایت کی جائے، البتہ فرق یہ ہے کہ سر ولیم میور اور مارگولیوتھ جیسے کٹر متعصب افراد اس کو وحشت اور بربریت کہتے ہیں اور پروفیسر واٹ منٹگمری ایسے سنجیدہ مستشرقین اس کے جواز میں کہتے ہیں کہ بنو قریظہ نے عہد شکنی کر کے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مسلسل پروپگنڈا اور معاندانہ حرکات کر کے اپنا اعتبار و اعتماد کھو دیا تھا اس بنا پر جو لوگ قتل کئے گئے ان کو نرمی کی توقع نہیں ہو سکتی تھی[۱]، البتہ ہمارے علم میں مستشرقین میں پروفیسر ہٹی پہلے شخص ہیں جن کے ہاں اُس امر کی طرف اشارہ ملتا ہے جس کو ہم نے ابھی ثابت کیا ہے، چنانچہ مقتولین قریظہ کی ایک معین تعداد بیان کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں: "باقی لوگوں کو خارج البلد کر دیا گیا۔"[۲]

---

[۱] محمد ایٹ مدینہ ص ۳۲۸ [۲] تاریخ عرب ص ۱۱۷

بہر حال جب سب فوجی بھی قتل نہیں کئے گئے تو تعداد سے قطع نظر جو لوگ قتل کئے گئے وہ یقیناً وہی ہوں گے جو کعب بن اسد کی طرح قوم کے لیڈر، سرغنہ اور فتنہ کی جڑ ہوں گے، ان کی تعداد کیا تھی؟ ابن ہشام اور الروض الانف میں یہودی قبائل کے اُن تمام سرداروں کے نام درج ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور اسلام کی بیخ کنی کی کوششوں میں سب کے پیشرو اور اُن کے سرغنہ تھے، اس سلسلہ میں انھوں نے بنو قریظہ کے ایسے سرداروں کے بھی نام لکھے ہیں، یہ نام شمار میں سترہ ہیں[۵] ہم یہ نہیں کہتے کہ بس یہی سترہ آدمی قتل کئے گئے، سوال یہ ہے کہ بنو قینقاع اور بنو نضیر کے قبیلوں کے علاوہ اور دوسرے یہود قبائل میں بھی تو ایسے ہی جنگجو اور فتنہ پرور موجود تھے، جن کے نام تاریخ میں درج ہیں، ابن اسحاق نے ان کی مجموعی تعداد ستر سٹھ[۶] لکھی ہے، تو یہ سب کہاں گئے اور ان کا کیا حشر ہوا؟

ایک نکتہ | اصل یہ ہے کہ جب ہم بنو قریظہ، بنو نضیر یا بنو قینقاع بولتے ہیں تو یہ صرف اکثریت کے اعتبار سے بولتے ہیں، مدینہ میں یہی تین قبیلے صاحب اقتدار اور صاحب املاک و جائداد تھے، اُن کے اپنے اپنے قلعے اور علاقے تھے، ان علاقوں میں ان کے بنی اعمام یا بنی اخوال جو دوسرے قبیلوں یا اُن کی شاخوں سے تعلق رکھتے تھے وہ بھی رہتے تھے مگر عام بول چال میں وہ بنو نضیر، بنو قینقاع یا بنو قریظہ ہی کہلاتے تھے[۷] چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ بنو قریظہ کے کچھ لوگ اس واقعہ کے دن مسلمان ہو گئے تھے، لیکن حافظ ابن عبد البر نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ نہ قرظی تھے اور نہ نضیری، بلکہ قبیلہ ہدل کی ایک جماعت سے تعلق رکھتے تھے جو بنو قریظہ کے ساتھ اُن کے قلعہ میں مقیم تھے[۸] اس بناء پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ بنو قریظہ کے اتنے افراد مارے گئے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ سب افراد بنو قریظہ کے ہی تھے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان میں بنو قریظہ کے ساتھ دوسرے قبیلوں کے بھی افراد تھے جو بنو قریظہ کے قلعوں میں مقیم تھے، علاوہ ازیں

---

[۵] ابن ہشام ج ۲ ص ۱۳۷ و مابعد والروض الانف ج ۲ ص ۴ ۲ [۶] تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ العرب قبل الاسلام ڈاکٹر جواد علی ج ۶ الفصل الاول الیہودیۃ بین العرب اور محمدان مدینہ باب چہارم۔

[۸] الاستیعاب ص ۱۹۱

یہ بات بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ حی ابن اخطب قوم کا ایک عظیم سردار تھا اور ایک سردار جب کسی مہم پر روانہ ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ دس پانچ اُس کے معاون و مددگار ضرور ہوتے ہیں اگرچہ نام سردار کا ہی ہوتا ہے اس لئے عجب نہیں کہ اس موقع پر حی ابن اخطب کے ساتھ چند اور نضیری بھی مارے گئے ہوں جن کے نام تاریخ نے محفوظ نہیں رکھے۔

یہودِ مدینہ کے ساتھ یہ اسلام کا آخری معرکہ تھا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ ہر قسم کی ملاطفت اور مدارات کے باوجود ان کی روز افزوں ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے باعث ان سے بالکل مایوس اور دل برداشتہ ہو چکے تھے اور آپ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس فتنہ کی جڑ ہی کاٹ دی ہے اس بنا پر اس میں کوئی شک نہیں کہ اس موقع پر مقتولین کی تعداد خاصی بڑی رہی ہوگی، تاہم یہ باور کرنا مشکل ہے کہ یہ تعداد چار سو تک پہونچی ہوگی اور اس کے وجوہ یہ ہیں :-

(۱) عہدِ نبوی کے تمام غزوات وسرایا میں دشمن کے جو لوگ قتل ہوئے ہیں ڈاکٹر حمید اللہ نے اُن کی تعداد عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ میں بمشکل سے ڈیڑھ سو بتائی ہے (ص ۷) لیکن انھوں نے اپنی انگریزی کتاب "محمد رسول اللہ" میں یہی تعداد "تین سو سے کم" لکھی ہے ڈاکٹر صاحب نے اپنی متعدد محققانہ کتابوں میں بنو قریظہ کے واقعہ کا ذکر کیا ہے، لیکن کہیں ہماری نظر سے یہ نہیں گذرا کہ انھوں نے مقتولین کی تعداد لکھی ہو یا اُس پر بحث کی ہو، اس بنا پر ہمارے خیال مذکورۂ بالا تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ایک جگہ انھوں نے مقتولین غزوات وسرایا کے ساتھ مقتولین قریظہ کو شامل کر لیا ہے اور ایک جگہ نہیں کیا، اور اگر بالفرض تین سو سے کم میں بھی بنو قریظہ شامل نہیں ہیں تو یہ کیسی عجیب وغریب بات ہوگی کہ تمام جنگوں میں جن کے نتیجہ میں دس لاکھ سے زیادہ مربع میل کا رقبہ اسلام کے زیرِ نگین آگیا اور وہ بھی دس برس میں، اُن سب میں تو تین سو سے کم آدمی مارے گئے اور صرف ایک واقعہ جس میں جنگ ہوئی ہی نہیں اُس میں چار سو آدمی ہلاک کر دیے گئے ہوں۔

(۲) چار سو آدمیوں کا قتل معمولی بات نہیں، اگر ایسا ہوتا تو مدینہ میں تلاطم پیدا ہو جاتا اور بچہ بچہ کی زبان پر اس کا چرچا ہوتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ کی فضا اس درجہ پرسکون ہے کہ گویا کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہی نہیں اور کم از کم یہود پر تو اس واقعہ کی دہشت اس درجہ ہوتی کہ مدینہ میں ایک یہودی بھی نظر نہ آتا، حالانکہ یہ ثابت ہے کہ اس واقعہ کے بعد بھی مدینہ میں مختلف قبیلوں کے یہودیوں کی خاصی تعداد آباد رہی ہے اور ان میں ابو الشحم جیسے مال دار اور ارباب ثروت یہودی بھی تھے جو تجارت کرتے تھے

پروفیسر واٹ منٹگمری نے تو قریظہ کے واقعہ کے بعد بھی مدینہ میں خوش حالی کے ساتھ یہودیوں کے باقی رہنے سے اُن یورپین مصنفین کے خلاف استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرِ اسلام کا شروع سے یہ منصوبہ تھا کہ یہود کا مدینہ سے استیصال کر دیا جائے، موصوف اس کی تردید میں لکھتے ہیں کہ یہ کہنا غلط ہے، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جیسے جیسے حالات پیدا ہوتے گئے پیغمبرِ اسلام عمل کرتے گئے، بنو قریظہ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ پہلے سے کسی طے شدہ پالیسی کا نہیں، بلکہ وقتی حالات کا نتیجہ تھا[۱]۔

(۳) اربابِ سیر عموماً ہر غزوہ کے مقتولین و شہداء کے نام لکھتے ہیں، پھر مقتولینِ قریظہ کے نام کہاں ہیں؟

ان وجوہ کی بنا پر چار سو کی تعداد بے حد مشکوک اور مشتبہ ہے اور اسلم طریقہ وہی ہے جو اکابر محدثین اور محتاط مصنفین نے اختیار کیا ہے، یعنی تعداد کا ذکر ہی نہ کیا جائے۔

باقیماندہ بنو قریظہ کہاں گئے؟ اب سوال یہ ہے کہ باقی ماندہ بنو قریظہ کہاں گئے؟ اس سلسلہ میں کوئی قطعی بات تو نہیں کہی جا سکتی، کیوں کہ تاریخ خاموش ہے۔ البتہ قیاسات سے کچھ لیا جا سکتا ہے، پروفیسر ہٹی کا یہ بیان آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ "باقی ماندہ لوگوں کو خارج البلد کر دیا گیا"، ڈاکٹر حمید اللہ نے امام محمد کی کتاب الاصل مخطوطہ استنبول کے حوالہ سے بنو قینقاع

---

[۱] محمد ان مدینہ ص ۲۱۷

کی نسبت ایک عجیب و غریب چیز نقل کی ہے اور وہ یہ کہ بنو قینقاع نے بنو قریظہ کے خلاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی امام محمد کے اس بیان کی بنیاد پر السرخسی نے بھی یہی لکھا ہے (المبسوط ج۱۰ ص ۲۳) ڈاکٹر صاحب اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"یہ بیان عجیب سا ہے کیوں کہ بنو قینقاع بدر کی لڑائی کے بعد ہی مدینے سے نکال دیئے گئے تھے"

لیکن پھر اس کے بعد کہتے ہیں:-

"اگر یہ بیان جو الشیبانی وغیرہ نے لکھا ہے صحیح ہے تو اس کے معنی غالباً یہی ہوں گے کہ بنو قینقاع کو جو سزا دی گئی وہ اس بڑے قبیلہ کے صرف چند خاندانوں کی حد تک محدود ہوگی کیوں کہ جس قصور پر وہ فیصلہ کیا گیا تھا اس کے ذمہ دار بھی چند ہی گھرانے تھے" (عہد نبوی کے میدانِ جنگ ص۹۴)

پس جو قیاس ڈاکٹر صاحب نے بنو قینقاع کی نسبت کیا ہے وہی قیاس ہم بنو قریظہ کی نسبت کر سکتے ہیں یعنی جو لوگ سزا کے مستحق تھے اُن کو سزا دینے کے بعد باقی جو مرد اور اُن کی عورتیں اور بچے بچے اُن سب کو منتشر کر دیا گیا، اُن میں سے کچھ دوسرے ملکوں میں نکل گئے ہوں گے اور کچھ مدینہ میں ہی رہ گئے ہوں گے، لیکن چوں کر ان کی کمر ٹوٹ چکی تھی، طاقت و قوت اور جمعیت باقی نہیں رہی تھی، اُن کے قلعے بھی اُن کے پاس نہیں رہے، اس بناء پر یہ چند باقی ماندہ لوگ مدینہ میں رہے تو مگر بے نام و نشان ہو کر رہے اور دوسرے قبیلوں میں جذب ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب جب کہ یہود مدینہ کی بحث ختم ہو رہی ہے ایک مرتبہ پھر اس پر غور کیجئے کہ مدینہ میں یہود کے جو یہ تین با اقتدار قبیلے آباد تھے اُن کے سامنے صرف تین صورتیں تھیں:-

(۱) اسلام قبول کر لیتے۔

(۲) مدینہ میں پر امن اور اسلامی ریاست کے وفادار شہری ہو کر رہتے۔

(۳) اگر مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت وہ اختیار نہیں کر سکتے تھے تو سارے جہان کے دستور کے مطابق اُن کا فرض تھا کہ مدینہ کی سکونت چھوڑ دیتے۔

لیکن یہود نے ان میں سے کسی ایک بات کو بھی اختیار نہیں کیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ برابر لطف و مدارات، دل جوئی اور عدل و مسامحت کا معاملہ کرتے رہے لیکن یہ ذرا نہیں پسیجے اور اُن کی اسلام دشمن حرکات اور فتنہ انگیزیوں میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ان حالات سے سخت مجبور اور پریشان ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف جو اقدام کیا وہ یہ تھا کہ

(۱) بنو قینقاع جلاوطن کئے گئے۔ (۲) بنو نضیر جلاوطن کئے گئے اور ان دونوں قبیلوں نے اس امن و عافیت سے مدینہ چھوڑا کہ کسی ایک کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی۔

(۳) اب صرف ایک بنو قریظہ رہ گئے تھے، ان بدبختوں نے اب تک جو کچھ ہو چکا تھا نہ اُس سے عبرت حاصل کی اور نہ اپنی روش میں کوئی تبدیلی پیدا کی اور اُس کے عکس عین اُس موقع پر جب کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت نازک صورتِ حال سے دوچار تھے انھوں نے اسلام کے سینہ میں خنجر بھونک دینے کی اپنی والی پوری کوشش کر ڈالی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کی جاں بخشی کا انجام دیکھ چکے تھے کہ نیکی برباد گناہ لازم، غزوۂ احزاب کی آگ انھیں کی بھڑکائی ہوئی تھی، اس صورتِ حال میں دنیا کا کوئی بھی مدبر اور سمجھ دار انسان نہ انھیں معاف کر سکتا تھا اور نہ بطورِ سزا صرف ان کی جلاوطنی پر اکتفا کر سکتا تھا۔ اس بنا پر ان کے سرخیل و سرغنہ اور جن سے آیندہ فتنہ انگیزی کا اندیشہ ہو سکتا تھا اُن کو سزائے موت دی گئی، لیکن اس پر بھی رحمتِ عالم کی احتیاط اور مروت کا یہ عالم ہے کہ خود اپنی زبان سے اس کا اعلان نہیں فرماتے، بلکہ ان لوگوں نے خود جس کو اپنا حلیف سمجھ کر اس معاملہ میں حکم بنا لیا تھا یہ جو کچھ ہوا اُس کے فیصلہ پر ہوا اور فیصلہ بھی ایسا جو خود ان لوگوں کی کتاب الٰہی پر مبنی تھا۔

اب یہودِ مدینہ کی اس پوری سرگذشت کا فائل مجلس اقوامِ متحدہ کی عدالتِ عالیہ کے سامنے پیش کر دو اور پوچھو کیا ایک انتہائی سخت دشمنِ جان کے ساتھ ملاطفت و نرمی کا کوئی معاملہ اس سے بھی زیادہ